ڈاکٹر عارفہ بشریٰ
ایسوسیٹ پروفیسر
شعبۂ اردو، کشمیر یونیورسٹی

مولانا رومیؒ

ـــــ ایک مباحثہ

جلال الدین رومیؒ بن بہاؤ الدین ولد بن خطیبی ماربیع الاول ۶۰۴ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء شہر خراسان (حال افغانستان) میں متولد ہوئے اور ۵ جمادی الاول ۶۷۲ھ مطابق ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء میں ترکی کے ایک شہر قونیہ میں وفات پا گئے۔ان کا پیدائشی نام محمد تھا جو ان کے والد کا منتخب شدہ تھا۔ان کو جلال الدین (مذہب کا تابندہ ستارہ) شمس العلماء کے نام سے پکارتے تھے وہ عربی لقب مولانا کے سے مشہور تھے۔جیسے کہ ان کے والد صاحب مشہور تھے۔اس کے علاوہ ان کے پیروکاران کو فارسی القاب خداوندگار (سلطان العلماء) کے نام سے پکارتے تھے۔
جناب رومیؒ کے نام سے مشہور ہونے کا سبب ان کی زندگی کا بیشتر وقت خطہ روم میں

گزرنے کی بنا پر ہوا۔

مولانا کو یہ فخر بھی حاصل تھا کہ ان کو فارسی کا عظیم شاعر ہونے کے ساتھ عارف باللہ اور فلسفی شاعر کے طور پر تواریخ جہاں میں جانا جاتا ہے [1]۔ جناب رومیؒ کے مندرجہ ذیل مکاتیب شاعری مشہور ہیں۔

۱۔ دیوان شمس تبریزی

اس کا ابتدائی مسودہ تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں غزلیات او نظمیں درج ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اس تصنیف میں ۱۸۰۰ رباعیات درج ہیں۔ اس مسودہ میں مثنوی کا کچھ حصہ بھی موجود ہے اور یہ مسودہ ۲۵ ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ سالہا سال ان مسودوں اور نظموں میں ترتیب اور تدوین کر کے تخلیق جمع کر کے مولانا کے ساتھ منسوب کر دیا گیا۔ ان کے نثر کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ ان کو مولانا کی وفات کے بعد ترتیب دیا گیا۔ جس میں خطبات رومؔی اور مکاتیب جمع ہیں۔

مکاتیب رومؔی کی بنیادی زندگی کی کہانی بھی بہت مشہور ہے۔ انہوں نے منگولوں کے حملے کی وجہ سے بلخ سے معہ اہل وعیال ہجرت کی۔ بخارا، سمرقند، مکہ وغیرہ سے گزرتے ہوئے آخرکار قونیہ میں مقیم ہوئے۔ بعدازاں رومؔی کی ملاقات ایک چلتے پھرتے درویش قلندر شمس الدین تبریزی سے ہوئی۔ جو مولانا کی زندگی میں تبدیلیوں کا باعث بنی۔ جب مولانا شمس کے عشق کے تئیں فریفتہ ہوگئے تو ان کے روحانی کمالات کی وجہ سے مولانا کے مریدین میں جلن پیدا ہوگئی جس کی وجہ سے شمس تبریز غائب ہوگئے۔ مولانا نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو شمس تبریز کی تلاش میں قونیہ بھیج دیا لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ جس کے بعد انہوں نے مکمل صوفیانہ طرز و روش

کو اپنایا۔ مولانا کو فلسفی، عرفانی اور صوفی شاعر کے نام سے جانا جانے لگا۔

زاہد بودم، ترانہ گویم کردی — سر فتنۂ بزم و بادہ جویم کردی ے
سجادہ نشین باوقاری بودم — بازیچۂ کودکان کویم کردی ۲

اس کے بعد مولانا ایک قریبی پیروکار حسام الدین چلپی نے سب سے پہلے مولانا کی صوفیت کو فروغ دیا۔ وہ مولانا کے قریبی معتقد اور پیروکار تھے۔ مولانا کی تاریخ پیدائش ۱۲۰۷ء میں ہوئی۔ اس تاریخ یعنی ۶۰۴ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء کو مولانا کے پوتے نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ حالانکہ کچھ عالموں نے ان خیالات کی تردید کی ہے۔ مولانا کے والد صاحب کے ایک روزنامے کے مطابق ان کی ولادت واکش (حال تاجکستان) میں ہوئی جس کے بہت سے ٹھوس ثبوت موجود ہیں۔ واکش شہر بلخ سے لگ بھگ ۲۴۰ کلو میٹر شمال مشرق میں واقع ہے جہاں ان کے والد صاحب سکونت پذیر تھے اور واعظ خوانی کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ بہاؤ الدین ولد ۱۲۰۴ء۔ ۱۲۱۰ء کے درمیان واکش میں وعظ و تبلیغ کیا کرتے تھے ۳۔ شہر واکش تہذیبی اور تمدنی طور پر بلخ کا ایک حصہ تھا۔ سال ۱۲۱۲ء میں مولانا کی والد امجد معہ جملہ اصحاب خانہ سمرقند ۴ چلے گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ واپس بلخ آئے چونکہ ان کے اصل ۱۲۱۶ء۔ ۱۲۱۷ء میں شہر بلخ واپس آئے تھے۔ شاید اسی بنا پر مولانا کو بلخی کہا جاتا ہے شاید مولانا کے والد بلخ میں پیدا ہوئے لیکن اس بات کی کافی شہادت موجود نہیں کہ بہاؤ الدین ولد ایک واعظ، مبلغ اور عالم تھے ۵ بلکہ ایک معجزاتی کہانی کے طور پر نشو و نما پا گئی جو کہ خوابوں، خیالوں پر مبنی ہے شاید وہ بلخ میں کچھ عرصے تک بطور عالم فاضل اور واعظ روحانی کے طور پر کام کرتا رہا جس کی بنا پر ان کو واعظ بلخی کہا جانے لگا۔ کتابوں میں مولانا کے والد

صاحب کوایک مصنف اور اصلاحی عالم کے علاوہ کچھ اور تصور نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ بہاؤ الدین ایک منفرد صوفی تھے جن کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ وہ خطیبوں کے خطبوں اور تقریروں پر یقین نہ کرتے تھے اور خوشنودی خداوندی اور قربت کو افضل تر سمجھتے تھے۔ اس امر کی پوری شہادت ملتی ہے مولانا صاحب نے اپنی روحانیت اور فلسفی تعلیمات اپنے والد محترم سے حاصل کی۔ [6]

مولانا صاحب کے بارے میں کچھ کہانیاں زندگی کے بارے میں تیار کی گئی ہیں جس کو اس انداز سے توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ مولانا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نسل سے تھے اور مولانا کی والدہ ایک شاہی خاندان کی شہزادی تھی [7] لیکن عالموں نے ان دعووں کو غلط قرار دیا ہے [8] ایک دلیل یہ بھی جاتی ہے کہ مولانا کی دادی ایک شہزادی تھی مگر یہ بھی غلط تصور مانا جاتا ہے۔ ایک اور روایت کے مطابق مولانا ترکیش تھے اور ان کی موروثی زبان ترکی تھی اس کے علاوہ یہ بھی قیام کیا جاتا ہے کہ ترکی حکمران جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ جو کہ وسطی ایشیاء کے حکمران تھے بعد ازاں اس تناظر میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولانا نے بعد میں فارسی کے مطبوعات سیکھے۔ لیکن اس قیاس کی تردید اس بنا پر کی جاتی ہے کہ مولانا نے اپنی شاعری، مثنوی وغیرہ میں بہت ہی کم ترکی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا کے فرزند رشید سلطان ولد اور پوتے عارف نے بھی صرف فارسی شاعری کی ہے اور بہت ہی کم ترکی جملے لکھے ہیں۔

پندرہویں صدی میں اس بات کا دعویٰ کیا گیا کہ مولانا کی ملاقات عطار جیسے صوفی شاعر سے ہوئی تھی جب کہ وہ صرف ایک بچہ تھا، انہوں نے دعا دی تھی کہ خدا اس

کوصوفی شاعر بنادے۔ ۹

عطار روح بود و سنائی دو چشم او

ما از پی سنائی و عطار آمده ایم

اگر عطار عاشق بود سنائی شاہ وفائق بود

نہ اینم من نہ آنم من کہ گم کردم سرو پا را

اسی دوران یہ دعویٰ بھی کیا گیا کہ رومؔی کے والد ایک صوفی بزرگ نجم الدین کبرا کے پیرو کار تھے لیکن یہ روایت من گھڑت تسلیم کی جاتی ہے کیونکہ یہ روایت ثابت نہیں ہوسکی ۱۰۔ بہت سی کتابوں، مقالوں جو کہ مولانا کے بارے میں لکھی گئی ہے۔ ان کو عظیم مسلم فلسفی شاعر، عظیم فہم وفراست اور ایک مصنف قرار دیا ہے۔ ان کی زندگی میں تب ایک بدلاؤ آیا جب کہ اس نے شمس تبریز کے ساتھ ملاقات کی اور صوفی شاعر بن گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تجربہ شمس تبریز نے ان کی زندگی پر اچھی طرح اثر انداز ہوئی۔ حالانکہ اس سے پہلے مولانا اپنے والد اور ان کے پیروکاروں شاگردوں، خاص کر سید برہان الدین ترمذی محقق ترمذی کی تربیت اور صحبت میں رہ چکے تھے۔ بعد ازاں ۱۲۳۲ء میں سید برہان الدین جب قونیہ پہنچے تو مولانا کے والد کی وفات ہو چکی تھی۔ صوفی پیروکاری کے دور میں سید برہان الدین محقق ترمذی نے جناب مولانا کو شام تشریف لے جانے کو کہا تا کہ وہاں جا کر مسلمانوں کو مذہبی تعلیم سے روشناس کریں وہ سب سے پہلے الوؔپو گئے جہاں انہوں نے مدرسہ حنفیہ سے اسلامی قوانین حاصل کرنے لگے۔ یہاں وہ اپنے والد کے مریدین کے ساتھ ملے اپنی دینی تعلیم مکمل

کرنے کے بعد وہ اتا تولہ واپس آگئے جہاں بنا بر حکم استاد چالیس دن تک چلہ کرتے رہے۔ان چالیس خلوت گذیدہ دنوں میں مولانا کے استاد نے انہیں منفرد روحانی پیشوا قرار دیا ۱۱۔ سید برہان الدین ۱۲۴۱ء میں فوت ہو چکے تو مولانا ان کے مزار پر گئے۔ برہان الدین محقق ترمذی ایک عظیم اور بردبار روحانی شخصیت کے حامل ہوتے ہوئے بھی صوفیانہ شاعری کو پسند فرماتے تھے۔

مولانا کی شادی تقریباً ۱۸ سال کی عمر میں ہوئی۔ان کی پہلی شادی گوہر سے ہوئی جن کو مولانا پہلے سے ہی جانتے تھے وہ ان کے والد کے ساتھ ہجرت کے وقت آئے ہوئے ایک مرید شراف الدین لالہ کی بیٹی تھی۔ یہ شادی قصبہ لارند میں ہوئی جو قونیہ سے کم فاصلے پر واقع ہے اس کا جدید نام کرمان ہے۔اس دوران مولانا کے (۷ سال) دو فرزند بہاؤالدین محمد یعنی سلطان ولد اور علاؤالدین محمد پیدا ہوئے۔ دورانِ قیام مولانا کی اہلیہ، والدہ اور بھائی کا انتقال ہو گیا۔ بعدازاں وہ قونیہ کی طرف ہجرت کر گئے ۱۲۲۶ء میں کم سنی میں اہلیہ کے انتقال کے بعد کیرا (Kaira) نامی ایک عورت سے شادی کر لی جو قونیہ کی مکین تھی اور بیوہ ہونے کی ساتھ ایک بچے کی ماں بھی تھی۔ان کے بطن سے تیسرا بیٹا مظفرالدین امیر علم اور ایک دختر ملیکا متولد ہوئے۔

مولانا کے دوسرے استاد شمس تبریز ۲۹ نومبر ۱۲۴۴ء کو قونیہ پہنچ گئے ۱۲۔ ان کا اصل نام مولانا شمس الحق بن دین محمد بن علی بن ملا قادال تبریزی تھا ۱۳۔ جس وقت مولانا سے ملاقی ہوئے ان کی عمر ساٹھ (۶۰) سال تھی۔ ۱۴۔ اس کے شمس کی شادی مولانا کی فرمائش پر ایک قیما نام دوشیزہ سے کر دی گئی بعدازاں وہ مولانا کے گھر میں سکونت پذیر ہوئے۔ ۱۵۔ حالانکہ شمس تبریزی کو ایک دن پڑھ کر قلندر سمجھا یا جاتا تھا مگر

وہ مفکر اور روحانی شخصیت تھی۔ ان کے بارے میں انگریزی میں بہت سا مواد موجود ہے۔ ۱۶ ان کے بارے میں مقالات میں تحریر شدہ چیزوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سنی مسلم تھے اور شافعی سکول آف تھاٹ سے منسلک تھے۔ ۱۷ انہوں نے کم عمری میں قرآن حفظ کیا تھا۔ ۱۸ شمس کے مطابق جو سنت محمدیؐ اور حکم ایزدی کے پیروکار تھے وہی درحقیقت صوفیا ہیں۔ شمس نے مولانا سے ملاقات کے دوران ان سے چند سوالات پوچھے؟

شمس نے مولانا کو پیغمبر اسلام کے فرمان اور نویں صدی کے صوفی بایزد بسطامی اور ابو ہذری کے حوالے دیئے۔ سوال کیا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بڑے تھے یا بایزد بسطامی تو مولانا نے کہا کہ نہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم پیغمبر تمام انبیاء، اولیا اور صوفیا کے سردار ہیں جس پر شمس نے پوچھا تو پھر اس کا مطلب کیا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا سے کہا "کہ آپ کی عظمت کو ہم اس طرح نہیں جانتے جس کے آپ مستحق ہیں اور یزدی نے کہا عظمت میری ہے، مملکت میری ہے اور میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں۔ اس پر مولانا کو جلال آیا اور چلاتے چلاتے بے ہوش ہو گئے اس طرح مختلف سوالات کے جوابات دیتے ہوئے مولانا کی باتوں سے یہ ظاہر ہوتا رہا کہ جو شخص دین محمدیؐ کا پابند ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے سے عزیز رکھے وہی سچا اور پکا صوفی اور مسلمان ہے۔ شمس تبریزی کی صحبت کا اثر مولانا پر بہت زیادہ ہوا اس کے بارے میں سلطان ولدؒ نے کچھ یوں لکھا ہے:

زاہد کشوری بُدمؒ واعظ منبری بودم

کرد قضا دل میرا عاشق کف زنان تو ۱۹

یوں تو مولانا پیغمبر کے بتائے ہوئے تمام اصول حیات اور ارشادات سے واقف تھے لیکن ابتداء میں فقط وعظ و تبلیغ پر اکتفا کرتے بعد میں جب شمس سے ملاقات ہوئی تو درس و تدریس اور وعظ گوئی ترک کردی ۲۰۔ خود فرماتے ہیں۔

عطارد وار دفتر پارہ بودم زدست او زمانی می نشستم
چو دیدم لوح پیشانی ساقی شدم مست و ظمہارا شکستم

ملاقات کی وجہ سے ان کا اندرونی ضمیر بیدار ہوا اور آئینہ کی طرح صاف ہوگیا۔ بغیر سماع کے مولانا کی کوئی بھی بات نہ بنتی تھی۔ ہر وقت رقت و وجد طاری رہتا تھا۔

مندرجہ بالا روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا ایک عظیم اور اعلیٰ درجہ کے صوفی تھے اور عالم دین اور فلسفی تھے مولانا کو شمس نے ایک چھپا ہوا صوفی قرار دیا۔ جنہوں نے آقا مدنی محمدؐ کے اصولوں کو اپنایا اور یہ بھی فرمایا کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ مقام کے حامل تھے جہاں تک کوئی بھی صوفی یا پیغمبر نہ پہنچ سکا اگرچہ کسی نے کتنی ہی عبادت اور ریاضت کی ہو۔ ایک ہمعصر نے دعویٰ کیا ہے کہ مولانا اور شمس تبریزی دونوں ایک دوسرے کے شیدائی اور عاشق تھے حالانکہ اس کی کوئی شہادت او رمثال قرون وسطیٰ میں نہیں ملتی۔ صوفیوں کی یہ خاصیت ہے کہ وہ محبوب کو حاصل کرنے کے لیے کسی حد تک جاسکتے ہیں وہ مرشد کو ابتداء اور محبوب کو انتہا سمجھتے ہیں۔ اپنے معشوق میں فنا (فنافی الشیخ) ان کا بنیادی تصور ہے۔ مولانا غیر فطری اور نامردانگی کے سخت مخالف تھے اور اپنی شاعری میں اس کی مذمت کرتے ہیں۔

کار مردان روشنی و گرمی است
کار دونان حیلہ و بی شرمی است

مولانا کی یہ خواہش تھی کہ وہ اپنا بیشتر وقت اپنے مرشد کے ساتھ گزارے۔اس کی بناء پر مریدین اور شاگردوں بہت ناگواری ہوئی ان کے اندر عجب ذہنی انحراف اور رشک پیدا ہوا۔جس کی بنا پر شمس شام (Syria) چلے گئے۔قونیہ سے خروج کے بارے میں شمس کے دوتاریخیں منسوب ہیں۔پہلی ۱۲مارچ ۱۲۴۵ءاور دوسری ۱۱مارچ ۱۲۴۶ء۔۱۱مارچ کوزیادہ مصدق مانا جاتا ہے کیونکہ یہ تاریخ عربی میں لکھا ہے۔ ۲۱ جب مولانا نے اپنے فرزندرشید سلطان ولد کوایک گروپ کے ساتھ بھیجا تو وہ واپس آئے۔مولانا کے ایک شاگرد نے شمس کوشک کی بنیاد پر قتل کردیا۔ ۲۲ جس دن وہ قتل ہوا وہ مئی ۱۲۴۷ء جب تک مولانا نے تقریباً تین برس اپنے روحانی بزرگ و پیشوا کے ساتھ گزارے تھے۔الفلاکی کے اس عویٰ کی تردید کی جاچکی ہے کہ شمس کوقتل کیا گیا تھا۔ ۲۳ یہ بات دوراز قیاس ہے کہ مولانا کے اہل خانہ نے اس بات کوصیغہ راز میں رکھا کہ شمس تبریز کاقتل ہوا ہے نہ ہی سلطان ولد نے اور نہ سپہ سالار نے اس بارے میں کچھ لکھا ہے جو مولانا سے زیادہ وابستہ تھے اور نہ ہی اس بات کا کوئی چشم دید گواہ تھ۔حالانکہ قونیہ کی ایک زیارت شمس سے منسلک کی جاتی ہے تاہم ان سبھی کومسترد کیا جاتا ہے کیونکہ وہاں پر ایک ہی قبر ہے جو گوہرتاش کی ہے۔دوسری شمس کے اس قول پر بھی دلیل دی جاتی ہے کہ:

''میں اس طرح غائب ہوجاؤں گا کہ میرا کوئی نام ونشان
باقی نہ رہے گا'' ۲۴

دوسرا یہ کہ مولانا نے خود قونیہ سے دمشق کا سفر کیا مگر وہ شمس کو ڈھونڈنے میں ناکام رہا۔آخرکئی سالوں کے مصائب کے بعد مولانا نے اعلان کردیا کہ ان کے مرشد شیخ

دین رزکوب ہے اور مولانا نے شیخ کو ان کے طالب دانش اور شاگردوں کی تعلیم کی اہم ذمہ داری سونپ دی۔ اس سے پھر ان کے ضمیروں میں رشک پیدا ہوا جس طرح ان کو شمس سے رشک تھا پھر مولانا نے ان کو یہ کہہ کر دھمکایا کہ اگر وہ شکایت کریں گے تو ان سے مکمل طور پر الگ ہو جائیں گے۔ مولانا کی تصانیف میں صلاح الدین رزکوبؔ ایک ان چڑھ تاجر کی حیثیت سے پیش کیا حالانکہ وہ مولانا کے استاد سید برہان الدین کے صوفی چیلہ اور مرید تھے۔ علاوہ ازیں وہ شمس تبریزی کے مرید بھی تھے [25] صلاح الدین زرکوبؔ نے مریدوں اور شاگردوں کی تعلیم اور تربیت دس سال تک جاری رکھی اور وہ ۱۲۵۸ء میں فوت ہوئے۔ اس کے بعد مولانا نے درویشی اور روشنی کرن ایک دوسرے مرید حسام الدین چلپی میں نظر آئی۔ جنہوں نے مولانا کے تمام اشعار اور مثنوی کو ترتیب دیا اور مولانا کو ترتیب دینے پر اکساتے رہے۔ ۱۲۷۷ء میں مولانا کی وفات کے بعد حسام الدین پہلے جانشین بنے۔ جب حسام الدین کی وفات ۱۲۸۳ء میں ہوئی تو مولانا کے فرزند نے کریم الدین بکتا کو استاد مقرر کیا ۱۲۹۱-۹۲ء میں ان کے وفات کے بعد سلطان ولد تمام مریدین 9 شاگردین کا رہنما بن گیا۔

مولانا کی بہت سی تصانیف میں فقروں اور اشعاروں میں مولانا کی روحانیت اور خدا پرستی ٹپکتی ہے۔ انگریزی ٹرانسلیٹر وں نے ان اشعار کو توڑ مروڑ کر پیش کیا تا کہ اصل پیغام قرآنی اور احادیث نبویؐ سے احتراز کیا جا سکے۔ مولانا کے کلام کو اہمیت نہ دے کر بھی مغربی ممالک خاص کر یونائیٹڈ سٹیٹس (USA) میں مولانا کی حیرت انگیز مقبولیت ہوئی۔ یہ کتابیں تاثر دیتی ہیں کہ مولانا شمس کی وجہ سے بدل گیا

مولانا نے اسلامی مفکر اور صوفی کی حیثیت سے بلند مقام پایا۔

شیخ استاد گشت نو آموز درس خواندی بخدمتش ہر روز

گرچہ علم در فقر کامل بود علم نو بود کو بوی بنمود

مولانا بہت سارے مذاہب کے بارے میں جانتے تھے حالانکہ اس کے بارے میں کوئی بھی ٹھوس شواہد نہیں ملتے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اے مسلمانوں میں اپنے آپ کو کا ملاً شناخت نہیں کر سکتا۔ نہ میں عیسائی ہوں نہ یہودی، نہ ہی مسلمان ہوں، نہ ہندو، نہ بودھ، نہ ہی کوئی میرا مذہب ہے اور نہ ہی مجھے کوئی تہذیبی اور تمدنی طریقہ کار ہے۔ ۲۶

میں نے ایک کونے سے دوسرے کونے تک تحقیق کی مگر اس کو کہیں نہ پایا میں بت خانہ بھی گیا، قدیم بودھ مندر بھی مگر اس کا سراغ کہیں نہ ملا ۲۷ اس کے علاوہ بہت فقروں اور اشعار کو مولوی کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ ان تمام چیزوں سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ مولانا ایک خدا ترس صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم مسلم فلسفی اور شاعر تھا۔ ان کی شاعری قرآنی آیات اور احادیث سے بھری پڑی ہے۔ مثنوی The roots of religion of Islam میں ان رازوں کو افشا کیا ہے جن سے خدا سے تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ جس کے لیے روحانیت، یقین محکم اور عمل پیہم کی ضرورت ہے اور یہی تمام مصیبتوں کو دور کرنے اور دلوں کو صاف کرنے کی غذا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میری زندگی ہے میں قرآن کا نوکر ہوں اور اس راہ کی دھول ہوں جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے اور جو میرے ان اقتباسات کے علاوہ اور کچھ پیش کرے گا تو وہ میری بے حرمتی اور بے عزتی ہوگی اور میں اس سے بھاگ جاؤں گا۔ ۲۸

درحقیقت صوفیت کو مولانا نے شریعت پر عمل پیرا ہونا گردانا ہے نہ کہ بوالفضول اور بکواس چیزوں کو؟

همه را یک شناس چونکه ترا — می رسانند هر یکجا بخدا
دامن هر یکی که گیری تو — زنده گردی، وگر نه میری تو

پانوشت ھا

۱۔آربری ۱۹۴۹ صفحہ XIX

۲۔رباعیات از دیوان شمس تبریزی

۳۔باؤسانی صفحہ ۳۳۔ مطبوعہ ۱۹۶۵ ایضاً شہر شیخ حال صفحہ ۱۱ ایضاً لیویس صفحہ ۴۷۔۴۹

۴۔سمرقند اس وقت ازبکستان کا حصہ ہے

۵۔بحوالہ لیویس (Lowis) صفحہ ۴۷۔۴۶ ایضاً ۵۴۔۵۵

۶۔ایضاً صفحہ ۸۲ تا ۸۶

۷۔خواجہ خوارزمان شاہ یعنی خراسان یا مشرقی فارس کے شاہ کی بیٹی تھی

۸۔فیروزانفر ۱۹۸۸ صفحہ نمبر ۸ ایضاً لیویس صفحہ ۹۱

۹۔لیویس (Lowis) ص ۶۵۔۶۴

۱۰۔لیویس (Lowis) ص ۳۳۔۳۰ ایضاً ۹۲

۱۱۔الفلکی صفحہ ۸۴۔۸۳

۱۲۔تہذیب الاخلاق ص ۲۴

۱۳۔ایضاً ص۶۱۴

۱۴۔فیروزانفر ص۱۳۳

۱۵۔سپاہی صحر ص۱۳۳

۱۶۔فرینکلن، ولیم چٹک ولیوس وغیرنامی کتابیں تحریر میں لائی گئی ہیں۔

۱۷۔مقالات ۸۳۔۱۸۲

۱۸۔ولیم چٹک ص XVI مقدمہ

۱۹۔نسخہ خطی بحوالہ سوانح عمری از تلمذ حسین ص ۹۰

۲۰۔ایضاً ص۹۱

۲۱۔لیوس ص۱۷۷ ایضاً مواجد ص۲۰۷

۲۲۔الفلاکی ص ۶۸۶

۲۳۔مواجد ص ۲۰۳۔۱۹۹ لیولیس ص۹۳۔۱۸۵

۲۴۔سپہ سالار ص۳۰۴

۲۵۔سپہ سالار ص۱۳۴

۲۶۔بارک ص۳۲

۲۷۔Translation by Nickleson ص۱۷

۲۸۔1173 Rubiyat Fincifi ص۲